© rasailojaraid.com

علامہ سید سلیمان ندوی اور تحریک اہل حدیث

قسط نمبر2

عبد الرشید عراقی

مولانا سید نواب علی حسن خاں

مولانا سید نواب علی حسن خان محی السنہ امیر الملک والد جاہی مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال کے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۶۶ء ر ۱۳۸۳ھ بھوپال میں پیدا ہوئے۔ آپ مداوالمہام مولانا محمد جمال الدین متقی بھوپال کے نواسے تھے۔

آپ نے علوم متداولہ کی تعلیم بھوپال میں مقیم فاضل اساتذہ سے حاصل کی۔ جن میں صدر العلماء مولانا ذوالفقار احمد' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری' مولانا عبد الباری سہوانی اور آپ کے والد بزرگوار حضرت نواب صدیق حسن خان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت والد جاہی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

وقراء مختصرات العلوم بالفارسية و العربية الى شرح الكافيه وللجاى و اخذ عن جماعة من اعيان بلدة وغيرهم الواردين بها يقرء فى هذه الايام كتاب جامع الصغير السيوطى و تحصيل سائر الحديث له يدطولى فى الفرسية و ركوب الخيل وہمة فى تحسين الزى و تجميل الهية و تنظيف الدار والمجالس و ايثار شان الامارت۔ (التاج المكلل من جواهر ماثر طراز الآخر والا دل ص ۳۷۸)

تصنیف میں ماثر صدیقی (۴ جلد) شریعۃ الاسلام' فطرۃ الاسلام' سیرۃ الاسلام' المدینہ الاسلام اور البیان مشہور ہیں۔ ۳ رمضان ۱۳۵۵ھ ر ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء لکھنؤ میں انتقال کیا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۱۳)

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صفی الدولہ حسام الملک شمس العلماء نواب سید محمد علی حسن خاں مرحوم نے ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء مطابق ۳ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کی صبح کو اپنی کوٹھی بھوپال ہاؤس لال باغ لکھنؤ میں نوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ افسوس ہے کہ ایک پرانے خاندان کے فضل و کمال اور جاہ و جلال کی یادگار آج مٹ گئی۔

وہ عربی زبان کے عالم' فارسی زبان کے ماہر اور اردو کے مشاق اہل قلم تھے۔ فارسی شعر سخن اور محاورات پر ان کو عبور کامل تھا۔ مولانا شبلی کے بے تکلف دوستوں میں تھے اور ایک دوسرے کے سچے قدردان تھے۔ یہی وراثت منتقل ہو کر ہم تک پہنچی۔ مذہبی خیالات میں گو وہ عقلیت کی طرف مائل تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ مذہبی پابندی ان میں اتنی سخت تھی کہ ایک نماز ان کے مقررہ وقت سے ٹلنے نہیں پائی تھی۔ (معارف دسمبر ۱۹۳۶ء یاد رفتگان ص ۱۷۵)

مولانا محمد ابوبکر شیست جون پوری

مولانا محمد ابوبکر شیست جون پوری مولانا محمد مکی جون پوری کے بڑے بیٹے اور مولانا سخاوت علی جون پوری کے پوتے تھے۔ مولانا ابوبکر مشہور عالم حدیث مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری کے شاگرد تھے۔ مولانا ابو بکر کئی سال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ناظم دینیات رہے۔ مولانا ابوبکر سید سلیمان ندوی کے دوستوں میں سے تھے۔ مولانا ابوبکر شیست جون پوری نے ۲۳ رمضان ۱۳۵۹ھ ر ۱۹۴۰ جون پور میں انتقال کیا۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا ابوبکر شیست کے انتقال پر اپنے تاثرات معارف میں لکھے :

افسوس ہے کہ مولانا ابوبکر محمد شیست جون پوری نے دو ڈھائی برس کی سخت علالت کے بعد اپنے وطن جون پور میں ۲۳ شعبان ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۴۰ء کی رات ۳ بجے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ انا للہ و انا علیہ راجعون

مرحوم جون پور کے ایک مشہور علمی خاندان کے فرد تھے۔ ان کے دادا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا سخاوت علی' مولانا شاہ عبد الحئ دہلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے فیض یافتہ اور یورپ میں توحید و سنت کے سب سے بڑے داعی اور اس دور میں اسلامی علوم و فنون کے بہت بڑے مدرس تھے۔

میں نے علماء میں ایسا شریف' ایسا نیک باطن' ایسا دور اندیش' ایسا فیاض' ایسا سادہ مزاج' ایسا مستقل مزاج' خوش اخلاق' شیریں گفتار' باغ و بہار' ایسا خشک اور ایسا تر آدمی نہیں دیکھا۔ ایسا متقی و پرہیز گار اور ساتھ ہی ایسا وسیع المشرب اور وسیع الاخلاق وہ مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔ لیکن وہ بھی ان کو مانتے تھے۔ وہ بے دینوں میں بھی ایسے ہی پیارے تھے جیسے دینداروں میں اور یہ ان کے حسن اخلاق کی بڑی کرامت تھی۔ آہ کہ فضل و کمال کا یہ پیکر' حسن و اخلاق اور شرافت کا پتلا' دینداری اور پرہیز گاری کا یہ مرقع اور خاکساری کا یہ سراپا' صبر و استقلال کا یہ مجسمہ ۶۰ برس دنیا کی نیرنگی کا تماشہ دیکھ کر دنیا کے رنگ و بو سے مٹ گیا۔ (معارف اکتوبر ۱۹۴۰ء یاد رفتگاں ص ۲۱۰)

مولانا محمد بن یوسف سورتی

مولانا محمد بن یوسف سورتی ایک جید عالم دین' ادب عربی کے ماہر' لغات و لسانیات کے امام' بلند پایہ مدرس اور عہد آفرین شخصیت تھے۔ تفسیر' حدیث' لغت' لسانیات اور عربی ادب میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

مولانا محمد بن یوسف ۱۳۰۷ھ ر ۱۸۹۰ء سورت کے ایک قصبہ سامرود میں پیدا ہوئے۔ ان کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔ مولانا محمد بن یوسف نے ابتدائی تعلیم سورت میں حاصل کی اس کے بعد دہلی کا رخت سفر باندھا اور دہلی میں آپ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں:

مولانا عبد السلام دہلوی نبیرہ' حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی' مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی' مولانا عبد الوہاب حیدری ملتانی' مولانا یوسف حسین خان پوری شامل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دہلی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا محمد سورتی نے علامہ شیخ طیب مکی کا دامن پکڑا اور ان کی خدمت میں ۵ سال رہ کر تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' فلسفہ' ادب' علم کلام اور منطق میں استفادہ کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا اور جامعہ دہلی' دار الحدیث رحمانیہ دہلی' جامعہ اعظم دہلی اور دار الحدیث بمبئی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے تلامذہ میں برصغیر کے نامور اہل علم و قلم اور ماہر تعلیم شامل ہیں۔ جن میں چند ایک کے نام درج ذیل ہیں :

۱ ۔ عبد الرحمان طاہر سورتی۔ آپ کے بیٹے' کئی علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف

۲ ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین ۔ سابق صدر بھارت

۳ ۔ ڈاکٹر عبد العلیم احراری ۔ سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۴ ۔ عبد الصمد شرف الدین ۔ ممتاز اور جید عالم دین

۵ ۔ رئیس احمد جعفری ۔ ممتاز صحافی' ادیب' مصنف' مترجم

۶ ۔ عبد الغفار حسن ۔ ممتاز عالم دین ۔ مصنف اور مترجم

۷ ۔ ڈاکٹر عبد اللہ ۔ ممتاز عالم' ادیب' مصنف

۸ ۔ ملک حسن علی جامعی ۔ ممتاز عالم اور مصنف

مولانا محمد بن یوسف کو اللہ تعالی نے غیر معمولی قوت حافظہ کی نعمت عطا کی تھی جو کتاب بھی ایک دفعہ ان کی نظر سے گزر جاتی تو وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتی۔

مولانا محمد بن یوسف سورتی نے ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۲ء کو علی گڑھ میں انتقال کیا۔ (مولانا محمد سورتی ص ۴۹)

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا محمد سورتی کے انتقال پر معارف میں لکھا :

پچھلے مہینے کا سب سے اندوہناک حادثہ مولانا محمد سورتی کی وفات ہے۔ مرحوم اس عہد کے مستثنیٰ دل و دماغ اور حافظہ کے بہادر علم تھے۔ جہاں تک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میری اطلاع ہے اس وقت اتنا وسیع النظر' وسیع المطالعہ' کثیر الحافظہ مظہر عالم موجود نہیں۔ صرف و نحو' لغت و ادب' اخبار و انساب و رجال کے اس زمانہ میں درحقیقت وہ امام تھے۔

مرحوم مسلکا اہل حدیث تھے اور اپنے مسلک میں بے حد غالی تھے۔ طبیعت بے قرار اور وارستہ تھی کسی ایک جگہ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ ساتھ ہی نہایت سادہ مزاج' بے تکلف' احباب پرور' فیاض اور مستغنی تھے۔ کھانے اور کھلانے کے لئے بے حد شائق تھے۔ ہمیشہ مقروض اور خانہ بدوش رہتے تھے۔

مرحوم کا پایہ علم و ادب اور رجال انساب و اخبار اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر مشکل تھی۔ جو کتاب دیکھتے تھے وہ ان کے حافظہ کی قید میں آ جاتی تھی۔ سینکڑوں نادر عربی قصائد' ہزاروں عربی اشعار ان کی نوک زبان تھے۔ ان کو دیکھ کر یقین آتا تھا کہ ابتدائی اسلامی صدیوں میں علماء' ادباء اور محدثین کی وسعت حافظہ کی جو عجیب و غریب مثالیں تاریخوں میں مذکور ہیں۔ وہ یقیناً صحیح ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ (معارف ستمبر ۱۹۴۲ء یادرفتگان ص ۲۳۲)

مولانا عبد القادر قصوری

صوبہ پنجاب کے جن خاندانوں نے برصغیر پاک و ہند میں علم و ادب کی خدمت کی ہے۔ اس میں قصوری خاندان بھی شامل ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد نے اس خاندان کو "خاندان سعادت" کے نام سے یاد کیا ہے۔

مولانا عبد القادر قصوری نے اپنی تعلیم کے ساتھ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی' بی اے کیا اور اس کے ساتھ ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کیا اور آپ نے اپنی اولاد کو بھی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم سے آراستہ کیا۔ آپ کے تینوں صاحبزادے علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے۔ یعنی

مولانا محی الدین احمد قصوری بی اے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹ
میاں محمود علی قصوری بار ایٹ لاء

مولانا عبد القادر نے قصور میں وکالت شروع کی۔ مگر ۱۹۱۹ء میں تحریک ترک موالات میں وکالت چھوڑ دی۔ سیاست میں پہلے کانگریس سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک پنجاب کانگریس کے صدر رہے۔ جب مجلس خلافت کا قیام عمل میں آیا تو اس سے وابستہ ہو گئے اور مجلس خلافت کے تو وہ روح رواں تھے۔

۱۹۲۴ء میں مجلس خلافت کا ایک وفد حجاز گیا۔ اس وفد میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا عبد القادر قصوری شامل تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی اس وفد کے سربراہ تھے۔ اس وقت حالات خطرناک تھے۔ اس لئے یہ وفد جدہ سے آگے نہ جا سکا۔

مولانا عبد القادر قصوری کے سلطان ابن سعود سے اچھے مراسم تھے۔ سلطان مرحوم ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ مولانا عبد القادر ایک مستند عالم دین تھے۔ ان کا دینی مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر ان کی گہری نظر تھی۔ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیم کی تصنیفات سے خاص لگاؤ تھا اور ان آئمہ کرام کی جو کتابیں اس وقت دستیاب تھیں۔ مولانا عبد القادر قصوری نے ان کا بالتزام مطالعہ کیا تھا۔

مولانا عبد القادر قصوری نے ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۶ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ لاہور میں انتقال کیا اور قصور میں دفن کئے گئے۔ (قصوری خاندان ص ۴۵)

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا عبد القادر قصوری کے انتقال میں لکھا:

پنجاب کے نامور عالم اور وکیل و مجاہد سیاسیات مولانا عبد القادر قصوری کی وفات کی خبر سے بڑا صدمہ ہوا۔ قصور ضلع لاہور ان کا وطن تھا اور وہیں وکالت کرتے تھے اور اچھے نامور وکیل تھے۔ عربی کے عالم، دینیات کے فاضل اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزی سے واقف تھے۔ سولانا ابو الکلام آزاد کے الہلال والی تحریک سے ان کو ایسی دلچسپی تھی کہ اس کے لئے انہوں نے بہت کچھ نثار کیا۔

مرحوم مسلکا اہل حدیث تھے۔ نہایت دیندار، متواضع، ملنسار، پابند وضع، علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصانیف کے بڑے شائق تھے اور انہی کی تحقیقات پر ان کا عمل تھا۔ خلافت حجاز اور کانگریس میں بیش اندیش حصہ لیا۔

مرحوم کو خاکسار سے گوناگوں تعلقات قلبی تھے۔ تو جہات میں ہمیشہ ساتھ رہا۔ خیالات میں بہت کچھ ہم آہنگی تھی۔ سب سے آخیر بات کہ حجاز کے وفد خلافت جو ۱۹۲۴ء میں جدہ تک جا سکتا تھا وہ خاکسار کے ساتھ تھے۔ گو وفد کی صدارت برائے نام میرے نام تھی مگر ان کے مشورہ کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ (معارف دسمبر ۱۹۴۲ء یاد رفتگان ص ۲۴۱)

مولانا ابو علی اثری مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبد القادر قصوری کے تعلقات کے بارے میں لکھتے ہیں :

وفد خلافت جو مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الماجد بدایونی اور مولانا عبد القادر قصوری پر مشتمل تھا۔ سلطان عبد العزیز مرحوم سے ملنے مکہ معظمہ جانا چاہتا تھا۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ وفد جدہ سے آگے نہ جا سکا اور سلطان ابن سعود سے ملاقات نہ کر سکا اور واپس ہندوستان آگیا۔

اس سفر میں مولانا عبد القادر قصوری کے جو نقوش سید صاحب کے دل و دماغ پر مرتسم ہوئے۔ وہ زندگی کے آخز تک باقی رہے۔ مولانا قصوری سے نظریاتی اتحاد تو پہلے سے تھا۔ حجاز کے معاملات میں بھی حسن اتفاق سے یہ دونوں بزرگ ہم آہنگ ہو گئے۔ سید صاحب کو مولانا قصوری اور ان کے تمام لائق صاحبزادگان سے جو ایک سے ایک بڑھ کر اعلی تعلیم یافتہ اور یورپ ریٹرن تھے بڑا اخلاص تھا۔ مولانا قصوری کا انتقال ہوا تو سید صاحب نے معارف میں ماتم لکھا۔ مولانا قصوری ہر اعتبار سے سید صاحب سے بہت بڑے تھے۔ دنیا کی کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی نعمت نہیں تھی جو ان کو حاصل نہ تھی۔ دولت' ثروت' شہرت' علم و فضل ہر چیز سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ پھر بھی سید صاحب جیسے کم سن عالم کی نہایت فراخ دلی کے ساتھ قیادت قبول فرمائی تھی۔ یہ ان کی شرافت و کرامت کی بہت بڑی دلیل تھی۔ ایسے بے نفس دنیا میں شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ (سید سلیمان ندوی ص ۲۰۵)

مولانا حفیظ اللہ اعظمی

مولانا حفیظ اللہ کا شمار علمائے اہل حدیث کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے تقریباً ۴۵ سال تک درس و تدریس فرمائی۔

مولانا حفیظ اللہ نومبر ۱۸۴۷ء ر ۱۲۶۴ھ ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ بندی گھاٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم شیخ دین علی سے حاصل کی۔ اس کے بعد علوم متداولہ کی تعلیم مختلف اساتذہ کرام یعنی مولانا حافظ عبد اللہ غازی پوری' مولانا سلامت اللہ جیراج پوری اور مولانا عبد الغنی فرنگی محلی سے حاصل کی۔ حدیث کی سند و اجازت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی۔ مولانا عبد الحئ فرنگی محلی کی خدمت میں ۵ سال رہے۔

تعلیم کے فراغت کے بعد مولانا عبد الحئ کی سعی و کوشش سے کاکوری کے ایک دینی مدرسہ میں تدریسی کام پر مامور ہوئے۔ کاکوری میں آپ کا قیام مختصر رہا اور مولانا عبد الحئ نے آپ کو لکھنؤ طلب کر لیا۔ اس دوران مولانا عبد الحی انتقال کر گئے۔ تو مولانا عبد الحئ کی جگہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور دو سال تک لکھنؤ میں درس و تدریس کاسلسلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد مولانا حفیظ اللہ نواب رام پور کی دعوت پر رام پور چلے گئے اور مدرسہ عالیہ رام پور کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۹ سال تک مدرسہ عالیہ میں تعلیم و تدریس کے ذریعہ علوم دینیہ کی نشرو اشاعت کرتے ہے۔

۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۸ء دار العلوم ندوہ کا اجراء ہوا۔ تو آپ کو بالاتفاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دارالعلوم ندوہ کا مدرس اول مقرر کیا گیا اور ۱۱ سال تک آپ نے ندوہ میں درس و تدریس فرمائی۔ اگست ۱۹۰۹ء میں ڈھاکہ کے مدرسہ محسنیہ میں تشریف لے گئے اور ۴ سال تک اس مدرسہ میں تدریس فرمائی۔ اسی زمانہ میں ڈھاکہ یونیورسٹی قائم ہوئی۔ تو آپ کو ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر کیا گیا۔

زمانہ قیام ڈھاکہ یونیورسٹی یعنی ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۳۹ھ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ حج سے واپسی پر اراکین ندوہ نے دارالعلوم میں قیام پر اصرار کیا۔ تو مولانا حفیظ اللہ نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے استعفی دیدیا اور دارالعلوم ندوہ میں تدریسی خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں۔ ڈھاکہ یونیورسٹی میں آپ کو ۴۰۰ روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن ندوہ کی ۱۵۰ روپے ماہوار پر نظامت صدارت قبول کی۔ اور تقریباً ۱۱ سال تک دوبارہ ندوہ میں تدریس فرمائی۔

۴۵ سال تدریسی خدمات انجام دیں اور اس عرصہ میں کتنے طلباء نے آپ سے استفادہ کیا ہو گا۔ اس کا اندازہ دشوار ہے۔ تاہم مشہور تلامذہ میں مولانا سید سلیمان ندوی' مولانا عبد السلام ندوی' مولانا مسعود علی ندوی' مولانا عبد السلام قدوائی ندوی' مولانا شبلی جیراج پوری اور مولانا رئیس احمد جعفری ندوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی آپ کے ہم عصر تھے۔ اس لئے ان سے خوب نوک جھونک ہوتی رہتی تھی۔ مولانا شبلی آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ رئیس احمد جعفری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :

مولانا شبلی اور مولانا حفیظ اللہ کی جب صحبت ہوتی تو کئی مسائل زیر بحث آتے تو مولانا حفیظ اللہ جلال میں آجاتے اور فرماتے :

میں ایک جگہ پیشاب کروں اور میرے پیشاب کرنے سے وہاں گھاس اگ آئے اور وہ گھاس ایک گدھا کھا جائے تو وہ گدھا آپ سے زیادہ عالم و فاضل ہو گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا شبلی اس پر مسکرا دیتے اور کوئی جواب نہ دیتے۔

مولانا حفیظ اللہ کی تصانیف میں ان کی مشہور کتاب مولانا عبد الحئی فرنگی محلی کی سوانح حیات بنام "کنز البرکات مولانا ابی الحسنات" زبان عربی ہے۔ اس کے علاوہ تصریح الا فلاک کا علمی حاشیہ ان کی یادگار ہے۔

مولانا حفیظ اللہ نے اپنے وطن بندی گھاٹ میں ۷ ذی الحج ۱۳۶۲ھ مطابق جنوری ۱۹۴۴ء انتقال کیا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۹۵، حیات شبلی ص ۱۷۵، نزحة الخواطر ج ۸ ص ۱۲۳ ۔ ۱۲۴، تذکرہ علمائے اعظم گڑھ ص ۷۸)

علامہ سید سلیمان ندوی نے مولانا حفیظ اللہ کے انتقال پر معارف میں اپنے تاثرات لکھے۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

حضرت مولانا ابو الحسنات عبد الحئی فرنگی محلی کی آخری یادگار مٹ گئی۔ یعنی ان کے آخری شاگرد یعنی مولانا حفیظ اللہ ان کی مجلس درس کی اکیلی یادگار تھے۔ ۱۳۶۲ھ کے خاتمہ میں وفات پا گئے۔

دارالعلوم ندوہ کے افتتاح کے وقت ۱۳۱۷ھ میں وہ اس کے مہتمم اور مدرس اول مقرر ہوئے۔ جس پر وہ ۱۹۰۸ء تک فائز رہے۔ ہیچمدان نے اسی زمانہ میں ان سے مدرسہ دارالعلوم میں مقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں۔

مولانا شبلی مرحوم ان کے معاصر تھے۔ اس لئے جب صحبت ہوتی تو دونوں میں خوب نوک جھونک ہوتی۔ گفتگو کا موضوع کوئی فلسفہ کا مسئلہ یا عقل و نقل کی تطبیق کی معرکہ آرائی ہوتی۔

مولانا عبد الحئی مرحوم کی شاگردی کے باوجود آخر میں عامل بالحدیث ہو گئے تھے۔ عدم تقلید کا میلان پہلے سے رکھتے تھے۔ جو مولوی سلامت اللہ صاحب کی ابتدائی صحبت کا اثر رہا ہو۔ ان کی تصانیف میں تصریح الافلاک کا حاشیہ علمی یادگار ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و مغفرت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

(معارف جنوری ۱۹۴۴ء یادرفتگان ص ۲۷۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ان میں بہت سی خوبیاں جمع کر رکھی تھیں۔ وہ مفسر بھی تھے اور محدث بھی' وہ متکلم بھی تھے اور معلم بھی' وہ خطیب بھی تھے اور مقرر بھی' وہ مورخ بھی تھے اور مصنف بھی' وہ نقاد بھی تھے اور ادیب بھی' وہ صحافی بھی تھے اور دانشور بھی' وہ مفکر بھی تھے اور سیاستدان بھی تھے اور سب سے بڑھ کر وہ مناظر بھی تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری وسیع العلم' وسیع المطالعہ' وسیع المعلومات' فعال سرگرم مبلغ تھے۔ ان کی ساری زندگی توحید کی اشاعت' شرک و بدعت کی تردید میں بسر ہوئی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۸۶۸ء مطابق ۱۲۸۷ھ میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد اللہ رئیس امرتسر' مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی' مولانا محمود الحسن امیر مالٹا' مولانا احمد حسن کانپوری اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔ فراغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ درس و تدریس کی خدمات سرانجام دیں اور اس کے بعد اسلام کی نشر و اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے تعلیم سے فراغت پائی اس وقت ادیان باطلہ آریہ سماج' عیسائی اور قادیانی اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں مصروف تھے۔ چنانچہ مولانا امرتسری نے ان سب کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا اور زندگی بھر ان سب سے برسرپیکار رہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر محاذ پر کامیاب و کامران کیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ آپ کی چھوٹی بڑی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تصانیف کی تعداد ۱۵۰ کے قریب ہے۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

تفسیر ثنائی اردو، تفسیر القرآن بکلام الرحمان (عربی)، تقابل ثلاثہ۔ جوابات نصاریٰ، اسلام اور مسیحت، مقدس رسول، ترک اسلام، تقلید شخصی اور سلفی، حدیث نبوی اور تقلید شخصی، الہامات مرزا، فاتح قادیان، علم کلام مرزا، حق پر کاش پر اہلحدیث کا مذہب، شمع توحید، نور توحید، خلافت و رسالت، اسلام اور برٹش لاء، اجتہاد و تقلید، تنقید تقلید، خطاب مودودی وغیرہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۰۳ء میں اخبار اہل حدیث جاری کیا۔ جو اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ اس اخبار نے ۴۴ سال دین اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوا تو مولانا ثناء اللہ امرتسری ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ کچھ دن لاہور، گوجرانوالہ میں قیام کر کے جنوری ۱۹۴۸ء میں سرگودھا تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ انتقال کیا۔ انا للہ و انا علیہ راجعون۔

مولانا ثناء اللہ علامہ سید سلیمان ندوی کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ ان کے انتقال پر سید صاحب نے مئی ۱۹۴۸ء کے معارف میں اپنے تاثرات لکھے۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔ فن مناظر کے امام تھے، خوش بیان مقرر تھے۔ متعدد تصانیف کے مصنف تھے۔ مذہبا اہل حدیث تھے اور اخبار اہلحدیث کے ایڈیٹر تھے۔ قومی سیاسیات کی مجلسوں میں کبھی کبھی شریک ہوتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں سے پنجاب میں فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔ انہوں نے مرزا کے خلاف صف آرائی کی اور اس وقت سے لے کر آخر دم تک اس تحریک اور اس کے امام کی تردید میں پوری قوت صرف کر دی۔ یہاں تک کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرفین میں مباہلہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صادق کے سامنے کاذب نے وفات پائی۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اس مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کردی۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء

مرحوم اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے۔ زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھا وہ وہی ہوتے۔ اللہ تعالی اس غازی اسلام کو شہادت کے درجات و مراتب عطا فرمائے۔ (معارف مئی ۱۹۴۸ء' یادرفتگان ص ۳۲۹ تا ۳۷۳)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ایک بلند پایہ خطیب' شعلہ نواز مقرر' صحافی' ادیب اور مناظر تھے۔ آپ علوم اسلامیہ کے متبحر عالم تھے۔ تمام علوم پر ان کی گہری نظر تھی۔ جو جامع معقول و منقول تھے اور منبع علم و فضیلت ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ذہین و طباع تھے۔

مولانا محمد ابراہیم ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیٹھ غلام قادر سیالکوٹ رئیس تھے۔ مولانا محمد ابراہیم نے ابتدائی تعلیم مولانا ابو عبد اللہ غلام حسین سیالکوٹی سے حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی میٹرک کا امتحان پاس کرکے مرے کالج سیالکوٹ میں داخل ہوئے۔ کالج میں ان کے استاد شمس العلماء مولانا میر حسن تھے۔ مولانا میر حسن علامہ اقبال کے بھی استاد تھے۔

سیٹھ غلام قادر کے استاد پنجاب مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی کے خصوصی تعلقات تھے۔ استاد پنجاب کی تحریک پر سیٹھ غلام قادر نے مولانا محمد ابراہیم کو وزیر آباد بھیج دیا۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم نے استاد پنجاب سے جملہ علوم اسلامیہ یعنی تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزیر آباد میں تکمیل تعلیم کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جہاں آپ ایک جید عالم دین تھے۔ وہاں آپ ایک کامیاب مناظر بھی تھے۔ آپ نے بے شمار مناظرے قادیانیوں' عیسائیوں' چکڑالیوں' منکرین حدیث' شیعوں اور تقلیدیان احناف سے کئے۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ مشہور تصانیف یہ ہیں :

تفسیر واضح البیان (تفسیر سورہ فاتحہ)' تفسیر سورہ کہف' افادۃ المصابیح' عصمت النبی' عصمت و نبوت' عصمت انبیاء' شہادۃ القرآن' تاریخ اہل حدیث' اعجاز القرآن' کسر الصلیب' سراجا منیرا' سیرۃ المصطفی' خلافت راشدہ وغیرہ

برصغیر کی تحریک آزادی اور ملکی سیاست میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ ۱۹۱۶ء میں تعلیم سے فراغت پائی اور ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر میں جو خونی حادثہ ہوا۔ اس سے مولانا سیالکوٹی بہت متاثر ہوئے۔ اور اس کے بعد آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور ۱۹۱۹ء کے اجلاس میں مسلم لیگ میں شمولیت کی۔ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ کا جو اجلاس آلہ آباد میں علامہ اقبال صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں بھی مولانا سیالکوٹی شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں حکیم مشرق نے اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۹۴۰ء کے مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس لاہور میں بھی مولانا محمد ابراہیم نے شرکت کی۔ جس میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تھی۔

۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں اہل حدیث کانفرنس مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس اجلاس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مسلم لیگ سے اتحاد و تعاون کا اظہار کیا اور مولانا محمد ابراہیم نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اس طرح مسلم لیگ کو برصغیر کے گوشے گوشے سے مخلص کارکن میسر آئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوا تو مولانا سیالکوٹی نے اس کا خیر مقدم کیا۔

تحریک پاکستان کی تائید میں مولانا محمد ابراہیم نے بے شمار مضامین نوائے وقت لاہور میں لکھے اور یہ مضامین بعد میں "پیغامین ہدایت اور تائید مسلم لیگ" کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

مولانا محمد ابراہیم میرسالکوٹی کے علامہ اقبال سے گہرے مراسم تھے۔ وہ حکیم مشرق کی دلآویز شخصیت اور ان کی گرانقدر علمی خدمات کے معترف تھے۔

مولانا محمد ابراہیم اور مولانا سید سلیمان ندوی کے تعلقات کے بارے میں مولانا ابو علی اثری لکھتے ہیں:

سید صاحب کو حال کے علمائے اہل حدیث میں سب سے زیادہ دلی تعلق مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی سے تھا۔ ان کو جماعت اہل حدیث کے اہل دل علماء میں شمار کرتے تھے اور ان کے فضل و کمال پر ان کو بڑا اعتماد تھا۔ ان سے مکاتیب و مراسلت کا سلسلہ بھی قائم تھا۔ سید صاحب کے نام ملک کے مشاہیر علماء کے خطوط کے وسیع ذخیرہ میں صحف ابراہیم کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد ہے۔ جو زیادہ تر قرآنی تصوف و حدیثی احسان و سلوک پر مشتمل ہیں۔ ان سے اعظم گڑھ سے باہر دینی جلسوں اور تقریبوں میں تو ملاقات کا اکثر و بیشتر اتفاق ہوتا تھا اور باہم بڑے راز و نیاز کی باتیں ہوتی تھیں۔ کہیں اس طبعی مناسبت' فکری ہم آہنگی' تصنیفی ہم ذوقی اور قلبی لگاؤ کے باوجود دارالمصنفین آئے اور سید صاحب کا مہمان بننے کا اتفاق مولانائے میر کو اس سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ جس کی تمنا سید صاحب کو بہت تھی۔ ہندوستان کی تقسیم سے صرف ایک سال پہلے حسن اتفاق سے ایک جلسہ کی تقریب میں ۳۰ برس بعد مئوناتھ بھجن تشریف لائے تو سید صاحب نے خط لکھ کر اعظم گڑھ بلوایا۔

مولانا محمد ابراہیم کی آمد پر مولانا ابو علی اثری اپنے ایک مضمون جو انہوں نے مولانا سیالکوٹی کے انتقال کے بعد الاعتصام لاہور میں ۲۱ مارچ ۱۹۵۶ء لکھا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں اثری صاحب لکھتے ہیں کہ "سید صاحب کو مولانا ابراہیم سے اس درجہ ارادت تھی کہ ان کی آمد پر سید واجب الاحترام قبلہ نے خود اپنے ہاتھوں سے مہمان خانہ تا فرش فروش' میز کرسی اور دوسرے سامان آرائش سے سجایا تھا اور اتنا خوش تھے بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب موصوف کی گاڑی مہمان خانہ کے سامنے پہنچی تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ دیر تک بغل گیر رہے۔ خود ہی سامان اتروایا اور گاڑی کا کرایہ اپنی جیب سے ادا کیا۔ یہ منظر بڑا پر اثر اور قابل دید تھا۔"

علامہ سید سلیمان ندوی جیسا بلند پایہ عالم جن کی بہترین عمدہ اور بلندپایہ تصانیف و تالیفات اور محققانہ علمی اور جامع مقالات و مضامین کی ساری دنیا میں دھوم تھی۔ جو ایک طرف مستشرقین یورپ سے اپنی تحقیقات عالیہ کی داد لیتے تھے اور دوسری طرف اپنی انشاء پردازی' علمی تبحر اور تفقہ و اجتہاد پر عالم اسلام سے خراج تحسین وصول کرتے تھے۔ جو جمیعتہ العلماء ہند کے صدر نشین' ندوہ کی کائنات کے حامل اور شبلی کے علوم و معارف کے ترجمان تھے۔ انہوں نے والہانہ عقیدت سے مولانا سیالکوٹی کا استقبال کیا۔ جیسے ایک احسان مند اور فرمانبردار شاگرد استاد کا استقبال کرتا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم کا دارلمصنفین میں تین دن قیام رہا۔

بقیہ : اداریہ

مرکزی جمعیت پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے کلیدی کردار ادا کرے۔ محض نعروں اور جذباتی تقریروں سے ھٹ کر عملی اقدام اٹھانے کی ضرورت ہے۔ قائدین کوئی مثبت قدم اٹھائیں۔ پوری جماعت ان کے شانہ بشانہ چلے گی اور انہیں کبھی مایوس نہیں کرے گی۔ ان شاء اللہ

© rasailojaraid.com